مغرب کے نفسیاتی افسانوں کے ابتدائی اردو تراجم

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

This article explores the historical dynamics of early translations of the western short stories having psychological aspects. Early Urdu translators like syed Tafazul Hussain, Salahudin Usman and Malik Ram translated the English short stories in to the Urdu and introduced the psychological problems of the fictional characters. In the beginning of the 20th Century these translations introduced the psychological problems like Phobia. The Urdu short story influenced by these translations.

پریم چند کے اوّلیں افسانے ''دُنیا کا سب سے انمول رتن'' (۱۹۰۵ء) سے ۳۵-۱۹۴۰ء تک کا عرصہ افسانوں کے تراجم کے اعتبار سے خاصا زرخیز رہا۔ تراجم کے اس عہد میں ایسے مغربی افسانے بھی اُردو میں ترجمہ کیے گئے کہ جو نفسیاتی انکشافات کے حامل تھے۔ اس حوالے سے روسی مصنف لیونڈ اینڈ ریف کا افسانہ صلاح الدین عثمان نے ''سکوت'' کے عنوان سے، ٹرگی نف کا افسانہ ''یہودی'' کے عنوان سے سید تفضّل حسین نے جب کہ ایڈگرایلن پو کا افسانہ ''بلی'' کے عنوان سے مالک رام نے ترجمہ کیا۔ یہ تینوں تراجم نفسیاتی حقائق کے حوالے سے نمائندہ ہیں۔

۱۹۱۰ء سے ۱۹۴۰ء تک شائع ہونے والے اُردو رسائل و جرائد میں مغربی ادب کے مباحث اور تراجم کسی نہ کسی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس نوع کے ادبی رسائل میں ہمایوں، عالمگیر، مخزن، اُردو، مرقع، زمانہ، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ یہاں سید سلیمان ندوی کی ادارت میں شائع ہونے والے رسالے ''معارف'' کا تذکرہ دلچسپی کا حامل ہوگا کیونکہ ''معارف'' میں بھی ہمیں ٹالسٹائی کے فن اور نوبیل انعام یافتہ ادیبوں کے تعارف پر مبنی مقالات دکھائی دیتے ہیں حالاں کہ رسالہ ''معارف'' کا مزاج مغربی نہ تھا۔ معارف کا شمارہ نمبر۲، جلد نمبر۲۱، جنوری ۱۹۲۸ء روسی ادب کے تراجم کے حوالے سے اہم شمارہ ہے۔ ''معارف'' کہ جو مشرقی اقدار اور روایات ادب کا علم بردار رسالہ شمار کیا جاتا ہے، اس میں بھی مغرب کے ادبی مباحث اس عہد میں دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔

۱۹۱۰ء سے ۱۹۴۰ء تک کے عرصے میں مولوی عنایت اللہ، سجاد حیدر یلدرم، منٹو، پروفیسر محمد مجیب، منصور احمد، خواجہ منظور حسین، جلیل قدوائی، عبدالقادر سروری، محمد عمر، امتیاز علی تاج، سید بشیر الدین، حامد علی خان، ظفر علی خان، مولوی عزیز احمد، سید عابد حسین، ل۔احمد، نیاز فتح پوری، صلاح الدین عثمان، مالک رام، محمد محی الدین، ملک قریشی وغیرہ نے مغربی افسانوں کو

اُردو زبان میں ڈھالا۔ یلدرم نے ترکی افسانوی ادب سے بہت کچھ لیا۔ ترکی ادب پر پہلے ہی سے مغربی ادب کے اثرات چونکہ موجود تھے اس لیے یلدرم کے ہاں ان اثرات کی ابتدائی لہر محسوس کی جاسکتی ہے۔ منٹو نے موپساں اور گورکی کے افسانوی ادب کے تراجم سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ پروفیسر محمد مجیب نے رسالہ ''اُردو'' کے لیے روسی ناولوں کے تراجم کے ساتھ ساتھ روسی ادب پر تعارفی مضامین کا سلسلہ جاری رکھا۔

رسائل و جرائد کے علاوہ مغربی افسانوں کے تراجم پر مشتمل چند تصانیف نے بھی اس روایت کو بہ احسن آگے بڑھایا۔ اس نوع کی کتب میں عبدالقادر سروری کی مرتبہ ''انگریزی افسانے'' نمایاں ہوئی۔ اس کتاب میں چارلس ڈکنز، تھامس ہارڈی، آسکر وائلڈ، جان لزوردی اور جیمز جوائس کے افسانوں کو عبدالقادر سروری، محمد محی الدین، ملک قریشی، مولوی عزیز احمد اور منصور نے اُردو زبان میں ڈھالا۔

مذکورہ بالا مترجمین اور ادیبوں نے انگریزی، امریکی، روسی افسانوں کے اچھے خاصے تراجم اُردو افسانے کے ابتدائی عہد (۱۹۱۰ء تا ۱۹۴۰ء) میں ہی کر ڈالے تھے۔ بعض مترجمین نے چینی، جاپانی، ترکی اور دیگر زبانوں کے نمائندہ افسانوں کو بھی ترجمہ کیا۔ ان تراجم نے غیر محسوس انداز میں پلاٹ، کردار نگاری اور دیگر تکنیکوں پر اثر ڈالا۔ اس حوالے سے احتشام حسین لکھتے ہیں:

> ''ان افسانوں کے جو موضوعات تھے، وہ موضوعات ہمارے اپنے نہیں ہوسکتے تھے، ہمارے ملک کے نہیں ہوسکتے تھے لیکن جو تکنیک، لکھنے کا ڈھنگ اور فن کے لوازم تھے ان کے متعلق مغربی افسانہ نگاروں کو زیادہ بصیرت حاصل تھی، اس لیے ترجموں کی وجہ سے زیادہ توجہ ہونے لگی۔'' ۱؎

مغربی افسانے کے تراجم نے اُردو افسانے کو ابتدائی عہد ہی میں کردار کی باطنی دُنیا اور اس کے نشیب و فراز کو بیان کرنے کے سلیقے سے آگہی بخشی۔ اُردو افسانے کے ابتدائی مترجمین کو عموماً نظرانداز کیا جاتا رہا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم نے ترجمہ نگاری کو تخلیق سے کم تر قرار دیا ہے۔ ترجمہ نگاری کی افادیت کو تسلیم کیا جانا چاہیے کہ اس راہ کی بدولت معاصر علوم اور ادبی نظریات سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔ اُردو افسانے کے ابتدائی مترجمین نے ۱۹۱۰ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک کی مدت میں اُردو افسانے کے لیے ماڈل فراہم کیے۔ ۳۵-۱۹۴۰ء کے بعد منٹو، بیدی، غلام عباس، کرشن چندر جیسے بے مثل افسانہ نگاروں کی اس کھیپ کے پس منظر میں مترجمین کے تراجم کا کچھ نہ کچھ دکھائی دیتا ہے۔ ابتدائی عہد کے مترجمین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے احتشام حسین لکھتے ہیں:

> ''ان لوگوں کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے فن کے لوازمات کی طرف متوجہ کردیا۔ ان مترجمین کا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا۔ یہ ہندوستان کی زندگی کو تو پوری طرح گرفت میں نہ لا سکے اور نہ یہ سمجھ سکے کہ ہمارے موضوعات کیا ہوں، لیکن فن کے اچھے نمونے ضرور پیش کردیئے۔'' ۲؎

مغربی افسانے میں نفسی رمزیت اور نفسیاتی الجھنوں کے حامل کرداروں پر مبنی افسانے اُردو افسانے کے اسی ابتدائی عہد ہی میں اُردو زبان میں ڈھالے گئے جس کی وجہ سے اُردو افسانہ نگاروں کے سامنے ایسے افسانوں کی مثال قائم ہوگئی کہ جو خارجی ماحول کی نسبت باطنی دُنیا سے متعلق تھے۔ اس حوالے سے خواجہ احمد فاروقی رقم طراز ہیں:

''نیاز، یلدرم، جلیل قدوائی اور دیگر مترجمین کی کوششوں سے افسانہ خارجی حالات سے زیادہ نفسِ انسانی اور اس کے واردات و جذبات کی طرف مائل ہوگیا اور انسانی زندگی کا مرکز خارج کی بجائے باطن پر قائم ہوا۔'' ۳؎

اُردو کے پہلے باقاعدہ اور اہم افسانہ نگار، منشی پریم چند کے ہاں تحلیلِ نفسی اور نفسیاتی کیفیات کا مطالعہ کرتے ہوئے ڈاکٹر نکہت ریحانہ خان نے ان اجزا کو مغربی افسانہ نگاروں کے اثرات سے مملو کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

''مشاہدہ، تجربہ، تحلیلِ نفسی، تخلیقی عمل، ڈرامائی فضا افسانہ کے خاص اجزا ہیں جو پریم چند کے یہاں موپاساں، ٹالسٹائے، چیخوف اور ٹیگور کے اثر سے آئے ہیں جنہوں نے پریم چند کے افسانوں کو معنویت اور وحدتِ تاثر کو بڑھا دیا تھا۔'' ۴؎

نفسیاتی عوارض کے حامل افسانوی کرداروں پر مشتمل مغربی افسانے کو اُردو افسانے کے ابتدائی عہد (۱۹۱۰ء تا ۱۹۴۰ء) ہی میں مذکورہ بالا مترجمین نے اُردو زبان میں پیش کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر چیخوف کو اُردو زبان میں سب سے پہلے بشیر الدین نے ۱۹۲۳ء میں علی گڑھ میگزین میں ترجمہ کیا ۵؎ اور بعدازاں اس سلسلے کو جاری رکھا۔ چیخوف کے افسانوں کے علاوہ ایڈگرایلن پو، لیونڈ اینڈریف اور ٹرگی نف کے اُن افسانوں کو اُردو زبان میں ڈھالا گیا کہ جو نفسیات کے جدید نظریات کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔

نفسیاتی افسانوں کے حوالے سے اُردو زبان میں اولیں ترجمہ صلاح الدین عثمان کا ہے۔ صلاح الدین عثمان نے روسی مصنف لیونڈ اینڈ ریف کے افسانے کو ''سکوت'' کے عنوان سے ۱۹۲۳ء میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ جولائی ۱۹۲۳ء میں رسالہ ''اُردو'' کے حصہ یازدھم میں ص۴۴ پر شائع ہوا۔ ۱۹۲۳ء کے بعد اس نوع کے تراجم کا سلسلہ جاری رہا۔ اس حوالے سے ایڈگرایلن پو کا افسانہ ''بلی'' ممتاز مقام رکھتا ہے کہ اس میں خوف کی نفسیات کو بیان کیا گیا۔

ایڈگرایلن پو کا افسانہ ''بلی'' ایک ایسے کردار کو سامنے لاتا ہے کہ جسے اذیت دہی سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ کردار اپنی پالتو بلی کی آنکھ چاقو سے نکال دیتا ہے۔ یہ عمل اسے بڑی مسرت دیتا ہے۔ بلی کو تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی خوشی اور اطمینان کا ٹھکانہ نہیں رہتا۔ یہ کردار بالآخر بلی کے درخت کی شاخ پر پھانسی سے لٹکا دیتا ہے۔ اس کی باطنی کیفیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مالک رام (مترجم) لکھتے ہیں: ''میرے اندر درندگی کی وہ کیفیت پیدا ہونے لگی جب کسی کو اذیت پہنچا کر خوشی ہوتی ہے اور جرم کے ارتکاب میں خاص لذت محسوس ہونے لگتی ہے۔'' ۶؎

پو (Poe) کے اس افسانوی کردار کا رویہ نفسیاتی اصطلاح میں سادی رویہ (Sadiest) کہلائے گا۔ فرائیڈ نے اگرچہ اس رویے کو خالصتاً جنسی سطح تک محدود رکھا مگر نیوفرائیڈین، بالخصوص ایرک فرام نے اس اصطلاح کو جنسی اذیت دہی کے علاوہ زندگی کے دیگر مدارج پر بھی منطبق کیا۔ اس افسانے میں پو نے مرکزی کردار کے سادی رویے کو مہارت سے پیش کیا۔ اس رویے کے عوامل اور اثرات کے حوالے سے پو لکھتا ہے:

''بسا اوقات میں نہایت بھیانک خواب دیکھ کر چونک اُٹھتا اور دیکھتا کہ بلی مجھ سے اس قدر نزدیک ہے کہ اس کی سانس میرے گالوں کو چھو رہی ہے۔۔۔۔ اس روحانی اذیت نے میری رہی سہی

اچھائیوں کو بھی تباہ کر ڈالا۔'' ۷

پو کے افسانے میں بیک وقت سادی جذبہ اور بلی کے خوف کے واہموں کا رسوخ دکھائی دیتا ہے۔ سادی رویے کے حوالے سے منٹو کا 'جانکی'' اور بلی کے خوف کے حوالے سے منٹو کا ''مس ٹین والا''، دیوندراسر کا ''بلی''نہایت اعلیٰ پائے کے افسانے ہیں۔اُردو افسانے نے حقیقت نگاری کی جس معراج کو چھوا، اس میں کرداروں کی باطنی منظر کشی اور کشاکش اہمیت کی حامل ہے۔منٹو کے افسانے''مس ٹین والا'' کا زیدی بلے سے جس نوع کے خوف میں مبتلا ہے،اس خوف کی اولیں جھلک ایڈگر ایلن پو کے مذکورہ افسانے کے اُردو ترجمے میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اُردو میں ترجمہ نگاری کی روایت اب نہایت وقیع ہوچکی ہے۔چیخوف، موپساں، ٹالسٹائی،دوستوفسکی جیسے مشاہیر کا بیشتر تخلیقی سرمایہ اُردو میں منتقل ہو چکا ہے۔اب قدرے اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ ادھر کسی ادیب کو نوبیل انعام ملتا ہے اور ادھر اس کا ترجمہ اُردو میں دستیاب ہو جاتا ہے۔اب انٹرنیٹ کا زمانہ ہے، متن تک رسائی آسان ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں یہ سب سہولیات دستیاب نہیں تھیں اور نہ ہی یہاں دو زبانوں پر عبور رکھنے والے افراد اتنی بڑی تعداد میں موجود تھے پلک جھپکتے ہی مغربی ادب کا سرمایہ اُردو میں ڈھال سکیں ۔تراجم کے اوّلیں عہد میں ان چند مترجمین نے بڑی کاوش کی اور نفسیاتی انکشافات کے حامل افسانوں کو اردو میں ڈھالا۔

محمد حسن عسکری نے' نقوش' کے منٹو نمبر میں یہ شکوہ کیا تھا کہ منٹو نے اپنا کنواں خود کھودا، وہ کنواں ٹیڑھا بھینگا سہی اور اس میں سے پانی نکالا، وہ پانی کھارا سہی۔عسکری صاحب کا اشارہ اسلوب کی اس روایت کی طرف تھا کہ جو منٹو کو وراثت میں ملی۔ ان کے خیال میں اگر منٹو میں موپساں جیسی افسانویت نہ آسکی تو اس میں منٹو اتنا قصور وار نہیں جتنا قصور اس روایت کا ہے کہ جس میں منٹو پیدا ہوا۔عسکری صاحب کی اس رائے کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو ابتدائی عہد میں ان مترجمین کی داد دینی پڑتی ہے کہ جنھوں نے مغرب کے نفسیاتی افسانوں کو اردو میں منتقل کیا کہ تب تو اُردو کا اسلوب باطنی جہان کا منظرنامہ پیش کرنے کے اتنا قابل نہ ہو گا۔ اس طرز کے افسانے تحریر کرنے اور اس ڈھب کا کردار پیش کرنے کے لیے فنی لوازمات اور اُسلوب کا انداز نزاکت کا متقاضی ہے۔ اُردو داستانوں اور ابتدائی عہد کے ناولوں میں یہ انداز کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس نوع کے افسانوں کے تراجم نے افسانہ نگاروں کی توجہ جہاں موضوعاتی اعتبار سے باطنی دُنیاؤں کی جانب دلائی تو وہاں اس طرز کے تراجم نے اُردو کے افسانوی ادب کو نازک اور عمیق اُسلوبِ بیان سے بھی آشنا کیا۔مغربی افسانوں کے تراجم سے افسانہ نگاروں کی توجہ خارجی ماحول کی بجائے باطنی ماحول کی جانب مبذول ہوئی۔

ابتدائی عہد ہی میں مغربی افسانوں کے تراجم نے تخلیقی رَو کو بھی متاثر کیا۔ابتدائی عہد کے ایک گم نام افسانہ نگار پریمی علیگ کے افسانوں میں نفسیاتی عوارض کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ پریمی علیگ کا افسانہ ''گڑیا'' بعداز صدمہ فشاری خلل (Post-Trumatic Stress Dis.) کو سامنے لاتا ہے۔ یہ افسانہ ''نگار'' جولائی ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ پریمی علیگ کے علاوہ اس عہد کے کئی غیرمعروف افسانہ نگار ملتے ہیں کہ جن کے ہاں کرداروں کی نفسیاتی الجھنیں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس عہد میں شائع ہونے والے افسانوں پر ان تراجم نے اپنے اثرات مرتب کیے۔ موضوع اور فن دونوں کے حوالے سے نفسیاتی انکشافات کے حامل افسانوں کے تراجم نے اُردو افسانے میں باطنی الجھاؤ کی ابتدائی روایت کی تشکیل کی کہ جسے بعدازاں منٹو، بیدی، غلام عباس، کرشن چندر وغیرہ ایسے نامور افسانہ نگاروں نے آگے بڑھایا۔

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو چالیس کی دہائی تک بہت سے مترجمین اور ادیبوں نے ایک تسلسل کے ساتھ مغربی افسانے پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ ترجمہ نگاری کی اس روایت میں بعض ایسے افسانے بھی ترجمہ کیے گئے کہ جو خالصتاً نفسیاتی حقائق کے علم بردار تھے اور جن میں کرداروں کی مختلف صورتیں جلوہ گر تھیں۔ ترجمہ نگاری کی اس روایت نے اُردو افسانے کے آغاز ہی میں غیر محسوس طور پر اُردو افسانے کو نئی تکنیک اور کردار نگاری کے نت نئے اسالیب سے آشنا کر دیا تھا۔ نفسیاتی انکشافات کے حامل افسانوں کے تراجم نے اُردو کے ابتدائی افسانہ نگاروں میں کردار نگاری کا بلند شعور پیدا کر دیا اور اُردو افسانہ نگاروں کے ہاں بھی اس نوع کے تخلیقی کردار نظر آنے لگے۔

حواشی:

۱۔ احتشام حسین، ''اُردو افسانہ۔ ایک گفتگو''، ادبی دُنیا، دورِ پنجم، خاص نمبر، ص:۱۷۱

۲۔ ایضاً

۳۔ احمد فاروقی، خواجہ، ''اُردو افسانے کا تاریخی وتنقیدی مطالعہ'' مشمولہ ''نگار''، جنوری ۱۹۴۶ء، ص:۱۰۰

۴۔ نگہت ریحانہ خان، ڈاکٹر، ''اُردو مختصر افسانہ: فنی وتکنیکی مطالعہ''، لاہور: بک وائز، ۱۹۸۸ء، ص:۵۳

۵۔ قرۃ العین حیدر، ''داستانِ عہد گل'' مشمولہ ''انتخاب سجاد حیدر یلدرم''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص:۶۷

۶۔ پو، ایڈگر ایلین، ''بلی'' (مترجم مالک رام) مشمولہ ''نگار'' اگست ۱۹۴۵ء، ص:۱۴

۷۔ ایضاً

☆☆☆